Open Access

Al-Irfan(*Research Journal of Islamic Studies*)

Published by: *Faculty of Islamic Studies & Shariah*
Minhaj University Lahore

ISSN: *2518-9794 (Print), 2788-4066 (Online)*

Volume 11, Issue 21, Jan-June 2026,

Email: alirfan@mul.edu.pk

ملفوظاتِ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ میں فہمِ قرآن: قدیم تفسیری روایات کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ

Understanding the Quran in the Commentaries of Baba Fariduddin Masood Ganj-e-Shakr: A Research Study in the Context of Ancient Interpretive Traditions

Hassan Fareed Chishti

MPhil Scholar (Islamic Studies) The University Of Faisalabad

hassanfareedchishti@gmail.com

Corresponding Author

Dr Hifsa Munawar(Assistant Professor), The University Of Faisalabad

hifsamunawar.IAS@tuf.edu.pk

ABSTRACT

This article studies the Qur'anic explanations found in the malfūẓāt of Hazrat Baba Fariduddin Ganj-e-Shakar(R.A) and compares them with the views of early Qur'an commentators. The purpose of the research is to understand how Hazrat Baba Farid's spiritual reflections relate to the basic and early styles of tafseer. The study shows that many of his sayings match the simple and foundational interpretations given by early scholars. Although Hazrat Baba Farid(R.A) expressed his ideas in a spiritual and Sufi manner, the meanings he presented are often similar to the early explanations of the Qur'an. By comparing these interpretations, the article highlights that Sufi teachings and early tafseer traditions are not separate but support each other in understanding the message of the Qur'an. This research also shows how Hazrat Baba Farid's words help connect spiritual insight with classical Islamic scholarship. Overall, the study proves that early tafseer approaches and Sufi interpretations together offer a deeper and more balanced understanding of Qur'anic teachings.

Keywords:

Hazrat Baba Fariduddin Ganj-e-Shakar (R.A), Malfūẓāt, Qur'anic Interpretation Early Tafseer, Sufi Perspective, Spiritual Insight

حضرت بابافرید الدین مسعود گنجِ شکر کا تعارف

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ چشت کے اُن جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں جن کی نسبت، عظمت اور روحانی رفعت صدیوں سے اہلِ دل کے لئے سرچشمۂ فیض بنی ہوئی ہے۔ آپؒ کا وجودِ مسعود دینِ اسلام کی اشاعت، خدمتِ خلق اور امورِ خیر کی ترویج کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اور اُمتِ مسلمہ کے لئے سرمایۂ سعادت ہے۔ آپؒ کی زندگی تقویٰ و طہارت، اخلاص و تواضع اور عشق و معرفت کا ایسا روشن باب ہے جس کی نورانیت آج تک قلوب کو تازگی اور سکون عطا کرتی ہے۔

حضرت بابا فریدؒ وہ برگزیدہ ہستی ہیں جن کی پاکیزہ صحبت، نہایت لطیف تربیت اور مجذوبانہ روحانی توجہ نے بے شمار طالبانِ حق کو قربِ الٰہی کے مدارج تک پہنچایا۔ خصوصاً حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا روحانی عروج، جو انہیں مقامِ محبوبِ الٰہی تک لے گیا، آپؒ ہی کی تربیتِ صادقہ اور نظرِ عنایت کا ثمرہ ہے۔ یہ وہ فیضان ہے جو سلسلۂ چشت کی شان اور اس کے باطنی علوم کا امین بن کر رہتی دنیا تک روشن رہے گا۔

حضرت بابا فریدؒ کی شخصیت زہد و تقویٰ، حلم و شفقت اور سلوک و معرفت کا مجموعہ کمال تھی۔ آپؒ کی تعلیمات آج بھی اہلِ دل کے لئے باعثِ رشد و ہدایت ہیں اور آپؒ کا فیض اہلِ محبت کے دلوں میں نور و سرور کی کیفیات بکھیر رہا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے حوالے سے اہلِ تذکرہ کے ہاں اختلافِ آراء پایا جاتا ہے۔

مستند روایت موجود ہے کہ:

"سیر الاولیاءؒ نے حضرت کا سن پیدائش ۵۶۹ھ لکھا ہے اور لائف اینڈ ٹائمز میں ۵۷۱ھ اور کسی نے ۵۸۴ھ کیونکہ حضرت بابا صاحب علیہ کے سن وفات ۶۶۴ھ پر سیرت نگاروں کی اکثریت ہے اس لئے تو آپ کی پیدائش کا سن ۵۷۱ھ ماننا پڑے گا۔"(1)

"جب بابا صاحبؒ کی عمر ۱۳ سال کی ہوئی (۵۸۴ھ) تو آپؒ تعلیم کے لئے ملتان گئے اور وہاں آپؒ کی ملاقات مسجد منہاج الدین ترمذی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی تھی۔"(2)

"آپؒ نے سرائے حلوائی کے قریب مسجد مولانا منہاج الدین ترمذی میں قیام فرمایا اور تعلیم شروع کی اس وقت آپؒ کی عمر تقریباً ۱۲-۱۳ سال کی تھی مگر والدہ صاحبہ کی تربیت نے آپؒ کو اللہ والا بنا دیا تھا۔ آپؒ درسی کتابیں بھی پڑھتے اور دن رات میں ایک قرآن شریف بھی ختم کیا کرتے تھے۔"(3)

"ملتان میں آپؒ کے قیام کو کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ علم و عمل میں آپؒ کی کمال صلاحیت کا شہرہ چھوٹے بڑے سب کے کانوں تک پہنچ گیا۔ اور شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے دل میں حضرت بابا صاحب رحمت اللہ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔"(4)

"آنچہ شیخ شیوخ العالم بتعلم مشغول بود وصیت
تعلیم وتجرد وتعبد شیخ در عالم منتشر گشت"

یعنی جس وقت شیخ شیوخ العالم تعلیم میں مشغول تھے تو آپ کی تعلیم اور تجبرد اور عبادت کی شہرت تمام زمانہ میں ہو گئی تھی۔"(5)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ عالیۂ چشتیہ کے عظیم المرتبت صوفی بزرگ اور حضور سلطانُ الہند، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے جلیل القدر جانشین، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت فرمائی۔

"حضرت قطب الدین قدس سرۃ العزیز عزیمت شہر دہلی کرد۔ شیخ شیوخ العالم فرید الدین برابر شیخ الاسلام قطب الدین

در شہر آمد بہ دولت بیعت شیخ قطب الدین بختیار مشرف گشت۔"(6)

"بیعت کا یہ بندھن اس قدر مستحکم ہوا کہ جب حضرت خواجہ قطب الدینؒ کا لمحۂ وفات آیا تو یہ مرید کامل ہانسی میں تھا، سوال ہوا جانشینی کا شرف کسے دیا جائے، فرمایا: میرا خرقہ، دستار، مصلی، چوبی جوتے اور میرا عصا، فرید الدینؒ تک پہنچادینا، وہی میرا جانشین اور خلیفہ ہو گا۔"(7)

حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ کے مشہور خلفاء میں حضرت جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا بدر الدین اسحٰق رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ شامل ہیں۔

دنیا، جو عارضیت و فناء کا نمونہ ہے، ہر بشر کو ایک دن اپنے خالقِ حقیقی کی طرف لوٹنا ہوتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ کی عمرِ مبارک ترانوے سال تھی۔ مستند روایت موجود ہے کہ

الغرض ٤ / محرم الحرام ٦٦٤ھ کا دن حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ نے سخت تکلیف میں گزارا۔

مگر اس شدت کے باوجود آپ نے سب نمازیں جماعت سے ادا کیں اور اپنے اورادو نوافل بھی پورے کیے پھر عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو پہلے یہ پوچھا کہ میں نے عشاء کی

نماز پڑھ لی ہے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا ایک مرتبہ اور پڑھ لوں۔ یہ کہا اور نماز دوبارہ ادا کی اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا۔

نظام الدین محمد بدایونی در دہلی است و این سخن بم گفت

کہ وقت رحلت شیخ قطب الدین من نیز حاضر نہ بودم در بانسی بودم

یعنی نظام الدین محمد بدایونی دہلی میں ہے پھر فرمایا میں بھی اپنے شیخ کے انتقال کے وقت ان کے پاس نہ تھا۔ بلکہ ہانسی میں تھا۔ پھر سوال کیا۔

من نماز خفتن گذاردہ ام گفتند دو بار گزاردہ اید

فرمود کہ "یکبار دیگر بگذارم کہ داناچہ شود"

یعنی میں نے عشاء کی نماز ادا کرلی ہے۔ کہا گیا حضور دو مرتبہ ادا فرما چکے ہیں۔ کہا ایک مرتبہ اور پڑھ لوں۔ خُدا جانے پھر کیا ہونے والا ہے۔

پھر تازہ وضو کیا اور عشاء کی نماز بمعہ وتر ادا کی۔ پھر ایک دوگانہ اور ادا کیا، اس کے بعد سجدہ کیا اور سجدہ ہی میں ایک مرتبہ بلند آواز سے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ(8)

حضرت بابا صاحب یہ کے انتقال کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی اجودھن میں کہرام مچ گیا۔ چھوٹے بڑے عورت مرد حضرت کے آخری دیدار کیلئے جمع ہونے لگے۔ حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ جو کچھ زر و نعمت فتوح میں آتا اُس کو اُسی وقت تقسیم فرمادیتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی صبح کیلئے شام کو کچھ بچا کر نہ رکھا۔

وقتیکہ فوت او شد وجہ تجہیز و تکفین متعذر بود(9)

یعنی آپ کا انتقال ہوا تو تجہیز و تکفین کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔

آپؒ کا مزارِ پُر انوار پاکپتن شریف میں مرجعِ خلائق، ملاذِ درماندگان اور ماویٰءِ دل شکستگان ہے، جہاں آج بھی عقیدت مندوں کا سیلِ رواں اس حقیقتِ غیر متبدل کی ناطق شہادت پیش کرتا ہے کہ حضرتِ فرید الدین گنجِ شکرؒ نے اپنی سراپا حیات کو محبتِ بنی نوعِ انسان، تسکینِ قلوب اور خدمتِ خلق کی ریاضت سے معمور رکھا۔ یہ آستانۂ عالیہ محض مرکزِ فیوض و برکات ہی نہیں بلکہ درویشانہ سخاوت اور مساواتِ انسانی کی وہ درخشاں علامت بھی ہے جہاں لنگر خانہ کی صورت میں لاکھوں نفوس کو جسمانی غذا میسر آتی ہے اور ایثار و قناعت کی وہ تابندہ روایت آج بھی زندہ و رواں ہے جو ذاتِ فریدیؒ سے وابستہ ہے۔

ملفوظات میں تفسیری نکات

چونکہ اس گفتگو کی اساس حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ کے ملفوظات میں پنہاں وہ تفسیری اشارات ہیں جو قدیم مفسرینِ قرآن کی آرا سے ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں،

آیئے، اب ہم اس باب میں نظرِ تحقیق ڈالتے ہیں اور ان معانی کے پردے اٹھاتے ہیں جو حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ کے ملفوظات میں مضمر ہیں، تاکہ ان کے اشارات کو قدیم مفسرین کی آرا کے آئینے میں پرکھا جا سکے۔

ایمان کی سلامتی

ایک مقام پر حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے درویش، درویشان کہ خورداھم در حیات خود مرد۔

(اے درویش! درویشوں نے دنیا ہی میں بحالت زندگی اپنے تیئں مردہ بنایا ہے)۔(10)

پھر یوں ارشاد فرمایا:

ساختہ اند واز ھمہ چیز خورد باز داشتہ، اند و دست را کوتاہ کردہ اند از سبب آنکہ نا گرفتنی نگیر ند وزبان را کنگ ساختہ انداز برای آنکہ تا ناگفتی نگویند پاے رالنگ کردہ اند تا جاے نا رفتنی نروند، پس ای درویش ھر کہ چنین باشد در حقیقت بدان کہ او بمقام قرب رسید واز عقوبات قیات برست۔(11)

یعنی اپنے تیئں تمام چیزوں سے باز رکھا، ہاتھوں کو چھوٹا کر لیا ہے، تاکہ نہ لینے کے قابل جو چیز ہے وہ نہ لیں اور زبان کو گونگا کر لیا ہے تاکہ نہ کہنے والی بات نہ کہی جائے۔ پاؤں کو لنگڑا کر لیا ہے تاکہ جہاں پر جانا مناسب نہیں وہاں نہ جائیں، پس جو لوگ اس قسم کے ہیں، وہ واقعی مقام قرب کو پہنچ چکے ہیں اور ان شاءاللہ قیامت کے عذاب سے نجات پائیں گے۔

گویا ایمان کی سلامتی کے بھی کچھ لطیف مگر لازمی تقاضے ہیں جنہیں حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ نے اپنے حکیمانہ فرمودات میں نمایاں فرمایا ہے۔ یہی وہ افعالِ کاملہ ہیں جن کی پابندی سے دل میں نورِ تقویٰ راسخ ہوتا ہے اور باطن کی سرزمین عبادت واطاعت کے قابل بن جاتی ہے۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ؛

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔(12)

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم کھول دیتے ان پر برکتیں آسمان کی اور زمین کی۔

چنانچہ جو شخص گناہوں سے جتنا زیادہ بچنے کا اہتمام کرے گا اور دل کی گہرائی سے اجتناب کا خواہاں ہوگا، وہ اسی قدر منازلِ تقویٰ میں بلند ہوتا چلا جائے گا؛ اور یوں اس کے تقویٰ ہی کا معیار اس کے قربِ الٰہی کی میزان بن جائے گا۔

اپنی گفتگو کے آخر میں آپ نے ایک شعر پڑھا:

گوشے کہ جز بنام توائے دوست بشنو
کز بادچوں برسخنے گوش برکند

آپ رحمۃ اللہ اس شعر کو پڑھتے اور زار زار روئے پھر فرمایا:

چه نیکو بود وقت مردن اگر
سلامت برم رخت ایماں بگور

آپ بار بار یہ شعر پڑھتے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے:

ای نیست کہ سلامت از جھان با ایمان بری۔(13)

اے پروردگار: میری خواہش یہ ہے کہ جہاں سے ایمان سلامت لے جاؤں۔

پھر فرمایا:

چه نیکو بود وقت مردان اگر: سلامت برم رخت ایمان بگور۔(14)

یعنی اعضاء پر کنٹرول ہی قوت ایمان میں تقویت و سلامتی ہے۔

اس تناظر میں آپ نے ایک روایت کو بیان کیا کہ:

بعد ازاں فرمود کہ اے درویش وقتی بر درویشے در بغداد بودم از حد آن درویش مشغولحق بود د صاحب نعمت بوقتی در نماز جمعه بیرون آمده بود نظر مبارک ایشان بر عورتے افتادہ در حال بر دو دوست بر چشم نھاد وگفت یا غفور یا غفور۔(15)

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں ایک درویش کو دیکھا کو از حد یاد الٰہی میں مشغول اور صاحب نعمت تھا۔ ایک دفعہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جو باہر نکلا تو اُس کی نگاہ ایک عورت پر پڑھ گئی، فوراً دونوں ہاتھوں سے اپنے آنکھوں کو ڈھاپ لیا اور فوراً یا غفور یا غفور کہنے لگا۔

حافظ ابن قیم علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں:

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَاُهَا مِنَ النَّظَرِ ..... يا بَاعِثَ الطَّرْفِ يَرْتَادُ الشِّفَاءَ لَهُ إِحْبِسُ رَسُولَكَ لَا يَأْتِيكَ بِالْعَطَبِ۔(16)

(تمام حادثات کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اے نظر باز! تو جس نظر سے شفا کا متلاشی ہے، اپنے

قاصد کو روک! کہیں یہ تجھ ہی کو ہلاک نہ کردے)۔

حضرت باباصاحب رحمتہ اللہ کے ملفوظات میں بیان کردہ روایت کو ہم مندرجہ قرآن حکیم کی آیات سے دیکھتے ہیں:

ارشاد ہوا:

يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ ٱلۡأَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِي ٱلصُّدُورُ۔(17)

(وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور ان باتوں کو جنہیں سینے چھپائے ہوئے ہیں)۔

یعنی شریعت اسلامیہ میں حفاظتِ نگاہ مقصود ہے۔

قُل لِّلۡمُؤۡمِنِينَ يَغُضُّواْ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِمۡ۔(18)

(آپ حکم دیجیے مومنوں کو کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں)۔

اس آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہ رحمۃاللہ نے ایک حدیث بیان کی ہے:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر اچانک کسی اجنبیہ پر نظر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

فامرنی ان اُصرِفَ بصری۔(19)

حضور ﷺ نے مجھے حکم فرمایا: کہ میں اپنی نظر کو پھیر لوں)۔ پھر فرمایا:

فَإِنَّ لَكَ ٱلۡأُولَىٰ وَلَيۡسَتۡ لَكَ ٱلۡآخِرَةُ۔(20)

لیکن اگر دوبارہ دانستہ اس طرف دیکھے گا تو گنہگار ہوگا۔

رزق اور توکل کا بیان

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے:

ای درویش ابندہ صادق در راہ شریعت وطریقت کمی است سہ آواز برانی روزی دل اویختہ درددا وبدل فارغ بطاعت خدای مشغول باشد۔(21)

(اے درویش شریعت وطریقت میں صادق بندہ وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے بلکہ فراخ دلی سے اپنے مولا کی طاعت میں مشغول رہے)۔

بغور دیکھیں تو سرکار فرید رحمتہ اللہ اپنے ملفوظ میں توکل کی رغبت دے رہے ہیں، اور یہ ایک پہلو ہے۔ توکل سے مراد اسباب وتدابیر کی بجائے خدا پر تیقن۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلی شریف نے فرمایا:

توکل ترک اسباب کا نام نہیں بلکہ اعتماد علی الاسباب کا ترک (توکل) ہے۔(22)

یعنی اسباب پر اعتماد کی بجائے اپنے آقا و مولا کی محبت میں مشغول رہنا ہی بندہ درویش کی علامت ہے۔ کامل صوفی وہ ہی ہو گا جو اپنے لیے اللہ ہی کو کافی جانے، حضرت بابا صاحب رحمہ اللہ کا فرمان قرآن حکیم کی متعدد آیات کی تشریح میں ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ وَكَفَى بِاللهِ وَكِيلًا۔ (23)

اور (اے محبوب!) بھروسہ رکھیے اللہ پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ (آپکا) کارساز)۔

حضرت بابا حضور رحمۃ اللہ کا فرمانا کہ صادق بندہ وہ ہے جو روزی کی بجائے اپنے محبوب سے دل لگائے، مذکورہ آیت کی کمال تفسیر میں ہے۔ آپ کے ملفوظ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اپنی روزی روٹی کو اپنے محبوب کی محبت میں نچھاور کر دیں۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيْنًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا .إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاء وَلَا شُكُورًا۔ (24)

(اور جو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم نہیں کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کے لیے نہ ہم تم سے کسی اجر کے خواہاں ہیں اور نہ شکریہ کے)۔

یعنی ان کے نزدیک محبوب کی محبت اول ترجیح ہے۔ اسے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے یوں لکھا:

. وعن عائشة رضى الله تعالى عنها أنها كانت تبعث بالصدقة إلى أهل بيت ثم تسأل المبعوث ما قالوا، فإن ذكر دعاء دعت لهم بمثله ليبقى ثواب الصدقة لها خالصاً عند الله. لانُرِيدُ مِنْكُمْ جَزاءً وَلَا شُكُوراً أي شكراً۔ (25)

جس نقطہ کی طرف فرید سائیں رحمتہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے وہ ہی بات امام بیضاوی نے مذکورہ آیت کے تناظر میں کی ہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی ایم کو کسی جزاء کی نہیں بلکہ محبوب کی رضا کی ضرورت ہے اور اُن کا پیش کردہ رزق خالصاً اپنے محبوب کی محبت میں تھا۔

آیتِ توبہ کی تفسیر

شیخ الاسلام حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ دوران تفسیر جہاں محققانہ و عالمانہ اسلوب اختیار کرتے ہیں ساتھ ہی صوفیانہ اسلوب بھی اپناتے ہیں اور آیات کے دقائق و غوامض کو واضح فرماتے جاتے۔ خواجہ بدرالدین اسحاق فرماتے ہیں

کہ اگلے روز قدم بوی کا شرف حاصل ہوا تو حضور گنج شکر بابا فرید رحمہ اللہ توبہ کے عنوان پر گفتگو فرما رہے تھے تو قرآن حکیم کی ایک آیت تلاوت فرمائی:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔(26)

اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو۔

آپ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں توبہ کی چھ اقسام کا ذکر کیا:

ای درویش توبہ بر شش نوعیت اول توبہ دل وزبان است ودوم توبہ بچشم است سویم توبہ گوش است چہارم توبہ دست است پنجم توبہ پای است ششم توبہ نفس است۔(27)

شیخ الاسلام رحمتہ اللہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ کی چھ اقسام ہیں۔ اول دل اور زبان سے توبہ کرنا، دوسری آنکھ کی، تیسری کان کی، چوتھی ہاتھ کی، پانچویں پاؤں کی اور چھٹی نفس کی۔(28)

آیت میں لفظ تَوْبَةً نَصُوحًا کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

ای توبہ قلو بای توبہ لسانی چوتبہ کنید باز گردید سوئے خدای خویش یعنی پیوستہ توبہ نصوح کنید پس مراد ازین توبہ نصوح توبہ دل است چون دل ازیں مذمومات دنیا و جز آن پاک گردانیدی توبہ توبہ باشد پس برابر باشی با متقی کہ گفتند التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔(29)

(ایسی توبہ جو دل سے بھی ہو اور زبان سے بھی۔ یعنی جب دل دنیاوی خرابیوں سے صاف ہو جائے گا تو توبہ شمار ہوگی اور متقی کے برابر ہو جائے گا، جیسا کہ فرمانِ رسالت مآب ﷺ "جو شخص گناہ سے توبہ کرلے تو وہ ایسے شخص کی طرح ہے کہ جس نے گناہ نہیں کیا" پس اس صورت میں توبہ والا اور متقی برابر ہیں)۔(30)

حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ نے جن لفظوں میں مذکورہ آیہ مجیدہ کے تناظر میں تفسیری نکات بیان کیے ہیں، بعینہ متقدمین مفسرین کی عبارات سے ملتے ہیں، یعنی ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ رحمتہ اللہ نے متقدمین مفسرین سے استفادہ فرمایا اور اپنے ملفوظات میں آیات قرآنیہ کہ تفسیر فرمائی ہے۔ مثلاً امام قرطبیؒ رحمۃ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں یوں لکھا:

التَّوْبَةُ النَّصُوحُ النَّدَمُ بِالْقَلْبِ، وَالاسْتِغْفَارُ بِاللِّسَانِ، وَالْإِقْلَاعُ عَنِ الذَّنْبِ، وَالِاطْمِئْنَانُ عَلَى أَنَّهُ لَا يَعُودُ۔(31)

توبۃ النصوحہ سے مراد یہ ہے کہ توبہ کرنے والے کا دل شرمنگی محسوس کرے، زبان کے ساتھ استغفار کیا جائے، گناہ سے رک جائے اور اس بات کا اطمینان ہو کہ (دوبارہ) گناہ کی طرف نہیں لوٹے گا)۔

بعینہ امام نسفی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کو یوں بیان کیا:

ھی الاستغفار وباللسان والندم بالجنان والإقلاع بالإرکان۔(32)

(حقیقت میں تو یہ یہ ہے کہ زبان سے استغفار کی جائے اور دل سے شرمندگی محسوس ہو اور بدن کے تمام عضاء گناہوں سے دور رہیں)۔

سورہ یوسف: "فَأَنسَهُ الشَّيْطَٰن" کی تفسیر

ایک نشت میں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ کلیم اور حبیب کے فرق پر تبصرہ فرمارہے تھے کہ اچانک ایک آیت سورہ یوسف سے تلاوت فرمانے کے بعد اس کی تفسیر فرمائی:

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ ، فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ (33)۔

(اور کہا (یوسف (علیہ السلام) نے اسے جسکے بارے میں آپ کو یقین تھا کہ وہ نجات پا جائے گا ان دونوں سے کہ میرا تذکرہ کرنا اپنے آقا کے پاس۔ لیکن فراموش کر دیا اسے شیطان نے کہ وہ ذکر کرے اپنے بادشاہ کے پاس۔ پس آپ ٹھیرے رہے قید خانہ میں کئی سال)۔

اس آیت مجیدہ میں "فَاَنْسٰہُ" کے متعلق مختلف مفسرین کی مختلف آراء ہیں، جیسا کہ پیر کرم شاہ کے مطابق:

مذکورہ آیت مجیدہ کی تفسیر میں بعض آئمہ مفسرین نے "فَاَنْسٰہُ" کی ضمیر کا مرجع حضرت یوسف علیہ السلام وقرار دیا ہے اور بعض کے مطابق وہ ساقی ہے جس کو آپ نے رہا ہونے اور اپنے منصب پر دوبارہ فائز ہونے کی خوشخبری دی تھی۔(34)

بابا صاحب رحمتہ اللہ کا خیال ہے کہ:

جب یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے جیل میں بھیجا اور آپ نے بادشاہ کے ساقی کو تعبیر بتلائی تھی کہ بادشاہ کا ساقی بنے گا اور دوسرے کو بتلائی کہ مجھے کوے اور چیلیں کھائیں گی۔ اس روز حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا تھا کہ بادشاہ کو میری بابت یاد دلانا، اس وقت جبرائیل علیہ السلام یہ پیغام لائے، جو کہ مذکورہ آیت ہے، اس آیت کی تفسیر میں آپ رحمتہ اللہ نے فرمایا:

گفت جبرائیل علیہ السلام فرد د آمد و گفت یا یوسف خدای تعالی سفیر ماید سہ تو ما را فراموش کردی سہ خبر ما با دیگرے میگوئی گفت اے یوسف خدای تعالی فرماید سہ برین یک سخن گفتن ترا حکم کردم سہ ھفت سال دیگر.(35)

(حضرت جبرائیل آئے اور فرمان لائے کہ اے یوسف! تو نے ہمیں فراموش کر دیا کہ ہماری خبر دوسرے کو کہتا ہے۔ آپ نو سال اور جیل میں رہے)۔(36)

اس آیت کا یہی مفہوم صاحب تفسیر الکبیر نے دیا ہے:

فَأَنْسَاءُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ وَفِيهِ قَوْلَانِ : الْأَوَّلُ، أَنَّهُ رَاجِعٌ إِلَى يُوسُفَ، وَالْمَعْنَى أَنَّ الشَّيْطَانَ أَنْسَى يُوسُفَ أَنْ يَذْكُرَ رَبَّهُ (37)

(اور اس کے متعلق دو اقوال ہیں: پہلا یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، بے شک شیطان نے یوسف علیہ السلام کو نسیان میں مبتلا کیا کہ وہ اپنے رب کو یاد کرنے سے فراموش ہوئے)۔

سورتوں کے فضائل کے حوالہ سے آراء میں مماثلت

خواجہ بدر الدین اسحاق رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ نے ایک نشست میں قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کے فضائل اور اُن کے برکات پر گفتگو فرماتے ہوئے سورہ فاتحہ کے فضائل کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ای درویش ہر کہ سورہ فاتحہ را بہ نیت شفائے بیماران یا بھر مھم کہ باشد چھل، ای درویش در حدیث آمدہ است کہ الفاتحۃ شفاء لکل داء۔(38)

(پس اے درویش! جو شخص سورۃ فاتحہ کو بیماری کی شفا یا کسی مہم کے لیے پڑھے گا، فوراً صاحب شفا ہوگا اور مراد بھی پائے گا)۔(39)

سورہ فاتحہ کے جو فضائل حضور بابا صاحب رحمتہ اللہ نے بیان فرمائے ہیں، بعینہ مفسرین نے بھی بیان کیے ہیں، جیسا کہ غلام رسول سعیدی رحمتہ اللہ نے لکھا: بقول علامہ بقاعی:

فاتحہ ام کے لحاظ سے ہر خبر کی اصل ہے، ہر نیکی کی اساس ہے، ہر بیماری کی شفاہے اور ہر مہم کے لیے کافی ہے۔ (40)

بغور دیکھا جائے تو حضور بابا صاحب رحمتہ اللہ کے اور مفسرین کے نہ صرف مفاہیم ایک جیسے ہیں، بلکہ الفاظ کا چناؤ بھی ایک جیسا ہے۔ فاتحہ کے بعد آپ نے سورہ البقرہ کی فضیلت کو یوں بیان کیا:

سورہ بقرہ بخواند سہ روز بہ نیتی کہ دارد خدای تعالیٰ نیت او بر آمد۔(41)

جو شخص سورہ البقرہ تین روز کسی بھی نیت سے پڑھے گا، نیت پوری ہوگی۔(42)

سورہ بقرہ کی فضیلت میں یہی نظریہ مفسر قرآن امام قرطبی رحمتہ اللہ نے ایک حدیث کے سہارے سے بیان کیا ہے، جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سلام نے فرمایا:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ۔(43)

(نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: سورہ بقرہ پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے اور اس کا چھوڑ نا حسرت ہے)۔

گویا سورہ بقرہ کے وہ فضائل جو حضور بابا صاحب کے ملفوظات میں ہیں، بعینہ مفہوم مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے۔ سورہ آل عمرآن کے متعلق سرکار گنج شکرؒ نے فرمایا:

فرمودسہ ای درویش ختم سورہ آل عمران روزے دابار است از برای فراخی دین ودنیای خود بخواند.(44)

پھر فرمایا کہ اسے درویش! دینی اور دنیاوی حاجتوں کے لیے ہر روز دو مرتبہ سورہ آل عمران پڑھنی چاہیے)۔

یہی بات امام قرطبیؒ رحمۃ اللہ نے بھی فرمائی ہے:

فَمِن ذَلِكَ مَا جَاءَ أَنَّهَا أَمَانٌ مِنَ الْحَيَّاتِ، وَكَنْزٌ لِلصُّعْلُوكِ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: نِعْمَ كَنْزُ الصُّعْلُوكِ سورَةُ آلِ عِمْرَانَ يَقُومُ بِهَا فِي آخِرِ اللَّيْلِ۔(45)

یہ سورت مصائب سے امان ہے، اور فقراء ومحتاجوں کے لیے خزانہ ہے، جناب عبداللہ رضی اللہ نے فرمایا: فقراء محتاجوں کے لیے سورہ آل عمران کتنا بہترین اور اچھا خزانہ ہے جو رات کے آخری حصہ میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے)۔(46)

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ کے ملفوظات میں بیان کردہ نکات حکمت وتدبر سے خالی نہیں ہیں۔ آپ اگر کسی سورہ کی تلاوت کی ترغیب دلاتے ہیں تو اُس میں بھی کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ مثلاً آپ رحمۃ اللہ نے توبہ کی قبولیت کے لیے سورہ اعراف کے متعلق ایک خاص طریقہ ارشاد فرمایا:

ختم سورہ اعراف بجہت قبول توبہ آنکہ۔(47)

(سورہ اعراف توبہ کے قبول ہونے کی خاطر پڑھے)۔(48)

جملہ مفسرین نے اس سورت کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں روز محشر گناہ گاروں اور نیکوں کاروں کے جمع کرنے اور پھر اصحاب اعراف کا ذکر ہے، جیسا کہ علامہ غلام رسول سعیدی رحمتہ اللہ نے لکھا:

عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا: اصحاب اعراف وہ لوگ ہی جن کی نیکیاں بھی ہوں گی اور گناہ بھی ہوں۔ ان کے گناہ اُن کو جنت سے روک دیں اور نیکیاں ان کو دوزخ سے روک لیں اور وہ اسی حالت میں رہیں گے کہ حتی کہ اللہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔(49)

آپؒ نے فرمایا:

ای درویش سورہ اخلاص ھمہ در صفتِ واحدانیت خدا اے است عزوجل قل ھو اللہ احد صفتِ اوست پس ھر کہ بااعتقاد نخواند بدرستی کہ تمام صفت حضرت خدا اے راہ کردہ باشد۔(50)

اے درویش ! سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان ہوئی ہے۔ اس کی صفت ہے، پس جو شخص درست اعتقاد سے پڑھے گا گویا اللہ تعالی کی تمام صفات بیان کردیں)۔(51)

آیئے اب حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ کی سورت اخلاص کے متعلق بیان کردہ تفسیر کو دیگر مفسرین کی بیان کردہ تفاسیر کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں۔

امام طبری اپنی تفسیر میں سورۃ اخلاص کے متعلق تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

هذه سورة خالصة، ليس فيها ذكر شيء من أمر الدنيا والآخرة۔(52)

یہ سورت خالصتا (عقیدہ توحید) پر مشتمل ہے اور اس میں دنیا اور آخرت کے متعلق کسی اور چیز کا ذکر نہیں۔

صاحب تفسیر السمنانی نے لکھا:

وسميت السُّورَة سُورَة الْإِخْلَاص لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا إِلَّا وصف الرب عَن اسْمه وَلَيْسَ فِيهَا أمرَولَا نهى وَلَا وعدَولَا وَعِيد ۔(53)

سورہ اخلاص کا نام اسی وجہ سے سورہ اخلاص رکھا گیا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام وصفات کے ذکر کے علاوہ کوئی دوسری شے نہیں ہے، اس میں امر و نہی، وعدہ اور وعید سے متعلق احکامات نہیں پائے جاتے۔

امام قرطبّی رحمۃاللہ نے لکھا:

إِذِ الْقُرْآنُ تَوْحِيدٌ وَأَحْكَامٌ وَوَعْظٌ، وَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ فِيهَا التَّوْحِيدُ كُلُّهُ .(54)

(جب قرآن مجید توحید، احکامات اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہے اور " قُل ھُوَاللہُ اَحَدٌ"۔ اس پوری سورت میں صرف توحید کا تذکرہ ہے)۔

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى کی تفسیر

ایک دن فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ نے عرش کو للکارا کہ دوست تجھ پر رہتا ہے" اور قرآن کی آیت تلاوت فرمائی:

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى(55)

وہ رحمن ہے عرش پر استواء فرمانے والا (جیسا کہ اس کی شایان شان ہے۔

حضرت بابا صاحب کے ملفوظ میں اس کی تفسیریوں کی گئی کہ:

اے عرش دوست رابتو نشان ہند پس عرش گفت ای بایزید چے جائے این حدیث است کہ دانیز حق رابدل تو نشان سدے ہند۔(56)

(اے عرش کہتے ہیں کہ دوست تجھ پر رہتا ہے، عرش نے کہا اے بایزید اس بات کو کونسا موقعہ ہے۔ مجھے بھی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے۔(57)

قرآن حکیم میں ہے کہ رحمٰن عرش عظیم پر استوی ہے، اب مفسرین نے شانِ الٰہی کے مطابق لفظِ "استوی" کی تفسیر فرمائی ہے، مگر ادھر حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ نے قلب مومن کو اللہ کریم کی گزرگاہ، خدا کے رہنے کے مقام کو بیان کیا ہے، اب دیکھنا ہے کہ کیا کسی اور مفسر نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، صاحب البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید کے مطابق العَرۡشِ اسۡتَوَىٰ" کی تفسیر:

وقابله بقلب عبده المؤمن، ليكون محلاً للتجليات والتنزلات والمخاطبات.(58)

اور مومنِ عبد کا دل اس کے قابل ہے کہ اُس پر (اللہ کی) تجلیات، تنزیلات اور خاطبات (کی بارش ہو))۔بعینہ صاحبِ تفسیر قشیری رحمۃاللہ نے اس آیت کی تفسیریوں کی:

استواء عرشه في السماء معلوم، وعرشه في الأرض قلوب أهل التوحيد.(59)

(عرش پر استوی سے معلوم ہوا، اور وہ عرش زمین پر اہل توحید کے قلوب ہیں)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی آیت کی تناظر میں یہی نظریہ بیان فرمایا: کہ:

أن قلب المؤمن عرش الرحمن.(60)

بے شک قلب مومن رحمٰن کا عرش ہے۔

مذکورہ آیت کے تناظر میں مفسرین کرام کی بیان کردہ تفاسیر کہ اللہ کریم اپنی قدرت وکمالات کے مطابق عرش پر جلوہ افروز ہیں، نہایت معتبر تفسیر ہیں، مگر جو تفسیر حضرت بابا فرید رحمۃاللہ نے فرمائی ہے وہ بھی غیر روایتی نہیں ہے بلکہ روایت کے عین مطابق دکھائی دے رہی ہے، کیونکہ قلب مومن کے مقام جو نظریہ حضرت صاحب رحمۃاللہ کی تفسیر سے مل رہا ہے، بعینہ ہی مفسرین کی آراء کے ساتھ تطبیق رکھتا ہے۔

وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ کی تفسیر

اسی نشست میں حضرت بابا فرید رحمۃاللہ نے صاحب تصوف کے خواص بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ صاحبانِ تصوف اپنے باطن کو دنیاوی آلائشوں سے بالکل صاف کرلیتا ہے، اسی تناظر میں آپ رحمتہ اللہ نے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ستر تلاوت فرمائی اور پھر اُس کی باکمال تفسیر فرمائی، آپ نے فرمایا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ.(61)

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ نے اس کی یوں تفسیر فرمائی:

فرمود کہ بعضے مفسران رحمہ اللہ نبشتہ اند کہ این آیہ در باب اہل تصوف است از بری شرف ایشانر از براچہ اہل تصوف بر ہمہ موجودات شرف دارند.(62)

(فرمایا کہ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت اہل تصوف کے بارے میں ہے، کیونکہ انہیں اور انسانوں پر شرف ہے اور اہل تصوف کو تمام مخلوقات پر شرف ہے)۔(63)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کا یہ فرمانا کہ مذکورہ آیہ مجیدہ کے متعلق بعض مفسرین کے یوں لکھا ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں مفسرین کی آراء سے آپ کی خوب واقفیت تھی۔ آپ نے مذکورہ آیت کے مصداق بالعموم انسان اور بالخصوص اہل تصوف قرار دیئے ہیں۔ یہی تفسیر سعدی رحمۃ اللہ نے کی:

فكرمهم بالعلم والعقل وإرسال الرسل وإنزال الكتب، وجعل منهم الأولياء والأصفياء وأنعم عليهم بالنعم الظاهرة والباطنة.(64)

عزت دی انہیں علم اور عقل کی بنیاد پر، اور ارسال کیے اُن کی طرف رسول اور نازل کی کتابیں۔ اور بنائے اُن میں اولیاء اور صوفیاء اور انعام کیا اُن پر ظاہری اور باطنی نعمتوں کے ساتھ۔

تفسیر سعدی میں یہ کہنا کہ وجعل منھم الاَولیاء والاَصفیاء "اس سے یہی مراد ہے کہ بالعموم عزت ہے تمام انسانوں کی جملہ مخلوقات پر علم اور عقل کی وجہ سے مگر اُن میں اولیاء و صوفیاء کرام زیادہ قابل عزت و تکریم کے لائق ہیں۔

یہی بات حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرمارہے ہیں کہ اہل تصوف بر ھمہ موجودات شرف دارند یعنی اہل تصوف کو تمام انسانیت پر بھی شرف حاصل ہے اپنے صوفیانہ اوصاف کی بناپر۔ گویا آپ رحمۃ اللہ کی فکر، تفسیر کے میدان میں مفسرین کی فکر سے مماثلت رکھتی ہے۔

علی الآخرۃ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات میں ایسی متعدد آیاتِ قرآنیہ کی تفسیری جہات بھی جلوہ گر ہوتی ہیں جن پر اس مقالے میں اختصار کے سبب گفتگو ممکن نہ ہو سکی۔ ان تفسیری اشارات کو، جو علمی تحقیق اور صوفیانہ فہم کے باب میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں، ان شاء اللہ ایک جداگانہ تحقیقی مقالے کی صورت میں اہلِ علم کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یوں یہ مقالہ اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔

(1) نظامی، مسلم۔ .(2020) انوار الفرید (ص 87). لاہور: اردو بازار۔

(2) نظامی، مسلم۔(2020). انوار الفرید (ص 87). لاہور: اردو بازار۔

(3) نظامی، مسلم۔(2020). انوار الفرید (ص 89). لاہور: اردو بازار۔

(4) نظامی، مسلم۔(2020). انوار الفرید (ص 90). لاہور: اردو بازار۔

(5) کرمانی، سید محمد مبارک میر خورد۔(1302ھ). سیر الاولیاء(ص 60). دہلی: مطبع محب ہند۔

(6) کرمانی، سید محمد مبارک میر خورد۔(1302ھ). سیر الاولیاء(ص 61). دہلی: مطبع محب ہند۔

(7) قریشی، محمد اسحاق۔(2013). بہارِ چشت (ص 90). لاہور: قطب پرنٹرز، رائل پارک۔

(8) نظامی، مسلم۔(2020). انوار الفرید (ص 427). لاہور: اردو بازار۔

(9) سنجری، امیر حسن علاء۔(2014). فوائد الفواد (ص 212). لاہور: الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب۔

(10) بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 13)۔

(11) بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 13)۔

(12) القرآن الکریم. (سورۃ الأعراف. 96)

(13) بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 13).

(14) بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 13).

(15) بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 13).

(16) ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن أبي بکر۔(1418ھ). الجواب الکافي لمن سأل عن الدواء الشافي (ص 153–154). بیروت: دار المعرفۃ.

(17) القرآن الکریم. (سورۃ غافر. 19)

(18) القرآن الکریم. (سورۃ النور. 30)

(19) مسلم، أبو الحسین مسلم بن الحجاج القشیري النیسابوري۔ (د.ت.). الجامع الصحیح (صحیح مسلم) (کتاب السلام، ج 2، ص 212). کراچی: قدیمی کتب خانہ۔

(20) الترمذي، محمد بن عیسی بن سورۃ۔(د.ت.). سنن الترمذي (أبواب الآداب، باب ماجاء في نظر الفجأۃ، ج 2، ص 101).

(21) بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 15).

(22) بریلوی، احمد رضا خان۔(د.ت.). فتاویٰ رضویہ (ج 24، ص 379). لاہور: رضا فاؤنڈیشن، جامع نظامیہ۔

(23) القرآن الکریم. (سورۃ الأحزاب، 33)

(24)القرآن الکریم.(سورۃ الِانسان 8-9)

(25)البیضاوي، ناصر الدین أبو سعید عبد اللہ۔(د.ت.). أنوار التنزیل وأسرار التأویل (تفسیر البیضاوي)(ج 5، ص 272)

(26)القرآن الکریم.(سورۃ التحریم، 8).

(27)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 23)

(28)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 28)

(29)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 24)

(30)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الاولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 29)

(31)القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن أبي بکر.(د.ت.). الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبی)(ج 18، ص 198)

(32)النسفي، أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد بن محمود. (د.ت.). مدارک التنزیل وحقائق التأویل (تفسیر النسفي) (ج 3، ص 507). بیروت: دار الکلم الطیب

(33)القرآن الکریم.(سورۃ یوسف، 42)

(34)شاہ، پیر کرم۔(د.ت.). ضیاء القرآن (ج 2، ص 434)

(35)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 32)

(36)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 37)

(37)الرازي، فخر الدین.(د.ت.). مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)(ج 18، ص 461)

(38)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 36)

(39)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 41)

(40)سعیدی، غلام رسول۔(د.ت.). تبیان القرآن (ج 1، ص 136)

(41)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 36)

(42)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 41)

(43)القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد شمس الدین.(د.ت.). الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبی)(ج 1، ص 152)

(44)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 36)

(45)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 36)

(46)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 41)

(47)بدر الدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.). اسرار الأولیاء(ملفوظات بابا فرید گنجِ شکرؒ)(ص 37)

(48)بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.).اسرارالاَولیاء(ملفوظات بابافرید گنجِ شکرؒ)(ص42).

(49)سعیدی، غلام رسول۔(د.ت.).تبیان القرآن(ج4، ص28).

(50)بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.).اسرارالاَولیاء(ملفوظات بابافرید گنجِ شکرؒ)(ص38).

(51).بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.).اسرارالاَولیاء(ملفوظات بابافرید گنجِ شکرؒ)(ص43).

(52)الطبري، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير.(د.ت.).جامع البيان في تأويل القرآن(تفسير الطبري)(ج24، ص692).

(53)السمناني، منصور بن محمد بن عبد الجبار أبو المظفر.(د.ت.). تفسير القرآن(تفسير السمناني)(ج6).الرياض،المملكة العربية السعودية: دار الوطن.

(54)القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد شمس الدين.(د.ت.).الجامع لأحكام القرآن(تفسير القرطبي)(ج1، ص111).

(55)القرآن الكريم.(سورة طٰہٰ، 5)

(56)بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.).اسرارالاَولیاء(ملفوظات بابافرید گنجِ شکرؒ)(ص45).

(57).بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.).اسرارالاَولیاء(ملفوظات بابافرید گنجِ شکرؒ)(ص50).

(58)ابن عجيبة، أبو العباس أحمد بن محمد بن المهدي.(د.ت.).البحر المديد في تفسير القرآن المجيد(ج3، ص373).القاهرة: الدكتور حسن عباس زكي.

(59)القشيري، عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك.(د.ت.).لطائف الإشارات(تفسير القشيري)(ج2، ص466).

(60)المجلسي، محمد باقر.(د.ت.).بحار الأنوار.المكتبة.

(61)القرآن الكريم.(سورة الإسراء، 70)

(62)بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.).اسرارالاَولیاء(ملفوظات بابافرید گنجِ شکرؒ)(ص50).

(63)بدرالدین اسحٰق (مرتب).(د.ت.).اسرارالاَولیاء(ملفوظات بابافرید گنجِ شکرؒ)(ص55).

(64)السعدي، عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله.(د.ت.). تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان(تفسير السعدي)(ج1، ص463).